بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆…………طاق راتوں اور لیلۃ القدر کی اہمیت وفضیلت…………☆☆☆

پورے رمضان المبارک میں آخری عشرہ، اور پھر آخری عشرے میں طاق راتیں، پورے ماہ مبارک کے مقابلے میں اہمیت کی حامل ہیں، آخری عشرے کی سب سے اہم فضیلت وخصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک ایسی رات پائی جاتی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی زیادہ افضل ہے اور اسی رات میں قرآن مجید جیسا بے مثال و بے نظیر تحفہ دنیائے انسانیت کو ملا۔ اس مبارک رات کو ''لیلۃ القدر'' کا نام دیا گیا ہے۔

☆☆…………لیلۃ القدر نام کیوں رکھا گیا؟…………☆☆

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر [الجامع لأحکام القرآن المعروف بہ تفسیر القرطبيُ: ۲۲/۳۹۲] میں اس رات کا نام لیلۃ القدر متعین ہونے کی کئی وجوہات ذکر کی ہیں، ان میں چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

[☆] لیلۃ القدر کا مطلب ہے قدر اور تعظیم والی رات ہے، یعنی: خصوصیتوں اور فضیلتوں کی بنا پر یہ قدر والی رات ہے۔ وَقِيلَ :سُمِّيَتْ بِذَلِکَ لِأَنَّ لِلطَّاعَاتِ فِيهَا قَدْرًا عَظِيمًا، وثوابا جزيلا .

[☆] امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''إِنَّمَا سُمِّيَتْ بِذٰلِکَ لِعِظَمِهَا وَقَدْرِهَا وَشَرَفِهَا''. کہ قدر کا معنی مرتبہ کے ہیں، چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف ومرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس رات کی جلالت ومنزلت اور مقام ومرتبہ کی بنا پر اس کا نام ''لیلۃ القدر'' رکھا ہے۔ چنانچہ جو بھی اس رات میں بیدار رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا وہ بھی اللہ کے نزدیک قدر وشان والا ہو جائے گا۔

[☆] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقْضِي الْأَقْضِيَةَ فِيْ لَيْلَةِ نِصْفِ شَعْبَانَ، وَيُسَلِّمُهَا إِلَى أَرْبَابِهَا فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ''. کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو تمام فیصلے فرما لیتا ہے اور چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سال کی تقدیر وفیصلے کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے، اس وجہ سے اس رات کو ''لیلۃ القدر'' کہا جاتا ہے۔

[☆] اس رات کو قدر کے نام سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے: وَقِيلَ: سُمِّيَتْ بِذَلِکَ لِأَنَّهُ أَنْزَلَ فِيهَا كِتَابًا ذَا قَدْرٍ، عَلَى رَسُولٍ ذِي قَدْرٍ، عَلَى أُمَّةٍ ذَاتِ قَدْرٍ. ترجمہ: اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قابل قدر کتاب قابل قدر امت کے لیے صاحبِ قدر رسول کی معرفت نازل فرمائی۔

[☆] قدر کا معنی تنگی کا بھی آتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے امام خلیلؒ فرماتے ہیں: ''لِأَنَّ الْأَرْضَ تَضِيقُ فِيهَا بِالْمَلَائِكَةِ''. اسے قدر والی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات آسمان سے فرش زمین پر اتنی کثرت کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

[☆] امام ابوبکر الوراقؒ اس رات کو ''قدر'' کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''سُمِّيَتْ بِذَلِکَ لِأَنَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ قَدْرٌ وَلَا خَطَرٌ يَصِيرُ فِيْ هَذِهِ اللَّيْلَةِ ذَا قَدْرٍ إِذَا أَحْيَاهَا''. کہ یہ رات عبادت کرنے والے کو صاحبِ قدر بنا دیتی ہے، اگر چہ وہ پہلے اس لائق نہیں تھا۔

☆☆…………لیلۃ القدر کے فضائل…………☆☆

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس رات کی فضیلت میں اپنے کلام پاک کی پوری ایک سورۃ نازل فرمائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ . وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ . لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ . تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ . سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ .[القدر: ۱-۵]﴾ ہم نے قرآن کریم کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اس شب میں فرشتے اور روح (حضرت جبریل) اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی ہے اور فجر

مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہ (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ (0323-3693369)

کے طلوع ہونے تک رہتی ہے ﴾۔

[☆] شب قدر کی فضیلت بے شمار آیات واحادیث سے ثابت ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه‘‘[صحيح البخاري، الرقم: ٢٠١٤]. ترجمہ: جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر وثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے،اس کے اگلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔اور جو لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نماز میں کھڑا رہے اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

[☆] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ‘‘ [سنن ابن ماجة، الرقم: ١٦٤٤] ترجمہ: ’’یہ مہینہ (رمضان کا) تم کو ملا ہے،اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔جو اس (رات کی خیروں) سے محروم رہا، گویا وہ تمام خیر سے محروم رہا،اور اس کی خیر وبرکت سے کوئی (حقیقی) محروم ہی محروم رہ سکتا ہے‘‘۔

نبی اکرم ﷺ اسی مبارک رات کی تلاش کے لیے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے اور آخری عشرہ میں پوری پوری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی تو سید الرسل اور محبوب رب العالمین تھی، وہ اللہ کے نزدیک مقبول اور بخشے بخشائے تھے،لیکن آپ پھر بھی اللہ کی رضا کی تلاش میں اتنی جدوجہد فرماتے تھے۔آپ ﷺ کی ذات گرامی ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔اللہ تعالی کی رحمت ومغفرت کے ہم آپ ﷺ سے بہت ہی زیادہ محتاج ہیں۔لہٰذا،ہمیں تو اس رات کی تلاش میں خوب سے خوب جستجو کرنا چاہیے اور آخری عشرہ کی راتوں کو ذکر وعبادت میں گزارنا چاہیے۔

☆☆ یہ مبارک رات کیوں عطاء ہوئی؟ ☆☆

اس رات کے حصول کا سب سے اہم سبب تو نبی اکرم ﷺ کی اس امت پر شفقت اور غم خواری ہی ہے۔

موطا امام مالک میں ہے: ’’إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُرِيَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ، أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِکَ، فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهِ أَنْ لَا يَبْلُغُوا مِنَ الْعَمَلِ، مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِي طُولِ الْعُمُرِ، فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ‘‘،[المؤطا للإمام مالک: الرقم: ١١٤٥]. ترجمہ: جب رسول پاک ﷺ کو سابقہ امتوں کے لوگوں کی لمبی لمبی عمروں کے بارے بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے مقابلے میں اپنی امت کے لوگوں کی عمر کو کم دیکھتے ہوئے یہ خیال فرمایا کہ میری امت کے لوگ اتنی کم عمر میں سابقہ امتوں کے برابر عمل کیسے کرسکیں گے؟ (پس) آپ ﷺ نے اللہ تعالی کے دربار اقدس میں اپنی امت کے لیے آرزو کرتے ہوئے جب یہ دعا فرمائی کہ اے میرے رب! میری امت کے لوگوں کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے نیک اعمال بھی کم رہ جائیں گے تو اس پر اللہ تعالی نے شب قدر عنایت فرمائی، جو ہزار مہینے سے افضل ہے۔

لیلۃ القدر کا ملنا فقط آپ ﷺ کی امت کی خصوصیت ہے۔امام جلال الدین سیوطیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’إِنَّ اللّٰهَ وَهَبَ لِأُمَّتِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَمْ يُعْطَهَا مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ‘‘ [الدر المنثور: ٣٧١/٦]. ترجمہ: یہ مقدس رات اللہ تعالی نے فقط میری امت کو عطا فرمائی ہے سابقہ امتوں میں سے یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا۔

چناں چہ! اس رات کو رمضان اور خاص کر اس کے آخری عشرہ میں تلاش کرنا مستحب ہے۔

☆☆ لیلۃ القدر ہوتی کب ہے؟ ☆☆

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ

رَمَضَان" [صحیح البخاري، الرقم: ٢٠١٧] ترجمہ: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

پھر احادیث کی روشنی میں شب قدر کے آخری عشرہ میں بھی طاق راتوں میں وقوع کا زیادہ امکان معلوم ہوتا ہے۔

ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، وہ میرے دوست تھے، "اِعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا، وَقَالَ: إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا أَوْ نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ" [صحیح البخاري، الرقم: ٢٩١٦]. انہوں نے جواب دیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ پھر بیس تاریخ کی صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی، لیکن بھلادی گئی یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں خود بھول گیا۔ اس لیے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حضرات محدثین وعلماء فرماتے ہیں کہ شب قدر سے متعلق روایات کثرت سے مروی ہیں اوران کے مجموعہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ شب قدر ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے، اور طاق راتوں میں اس کا امکان زیادہ ہوتا ہے جب کہ بعض احادیث میں ستائیسویں رات کو شب قدر ہونے کی بات بھی وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کے متعلق فرمایا: "لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ" [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٣٨٦]

☆☆ لیلۃ القدر کی علامتیں ☆☆

شب قدر کی دو اہم علامتیں کتب احادیث میں مذکور ہیں: ایک یہ کہ رات نہ بہت زیادہ گرم اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ شب قدر کے بعد والی صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی شعاعیں، یعنی: کرنیں نہیں ہوتی ہیں۔

نوٹ: اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ و ملک کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی، اُس جگہ اُسی رات میں شبِ قدر کی برکات حاصل ہوں گی، ان شاءاللہ العزیز۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں مصلحت وحکمت سے شب قدر کو مخفی رکھا ہے۔ اس کو مخفی رکھنے میں شاید ہماری طلب اور ذوق جستجو کا امتحان مقصود ہے۔ اگر کوئی شخص خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے کوشش کرے، چاہے اسے علم ہو یا نہ ہو، تو ان شاءاللہ وہ محروم نہیں رہے گا۔ اہل ذوق کے یہاں تو سارا معاملہ ذوقِ طلب اور شوقِ جستجو ہی کا ہے۔

☆☆ لیلۃ القدر کی ایک اہم دعا ☆☆

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو اس رات میں میں اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کروں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ، تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّي "، ترجمہ: اے اللہ تو معاف کرنے والا کرم والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف کردے۔ (سنن ترمذی، الرقم: ۳۵۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اس آخری عشرہ کا، بالخصوص طاق راتوں کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ ان بقیہ ایام میں پانچوں نمازوں کو باجماعت پڑھنے کا اہتمام کریں، دن میں روزہ رکھیں، قرآن پاک کی تلاوت خوب سے خوب کریں، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور صبح سحری میں نمازِ تہجد کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ اپنے اور امت مسلمہ کے لیے خوب دعائیں کریں۔ قرآن کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔

☆☆☆ ☆☆ ☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............ شب قدر میں بخشش سے محروم لوگ [اول]............ ☆☆☆

علامہ منذری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، جس کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں، جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں، اور جب رمضان کا آخری دِن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آخری رمضان تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کیے گئے ہوتے ہیں اُن کے برابر اُس ایک دِن میں آزاد فرماتے ہیں۔

اور جس رات شبِ قدر ہوتی ہے تو اُس رات حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو (زمین پر اُترنے کا) حکم فرماتے ہیں، وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، اُن کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے، جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ کے سو/ 100 بازو ہیں جن میں سے دو بازو صرف اِسی ایک رات میں کھولتے ہیں، جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں سے فرماتے ہیں: جو مسلمان آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اُس کو سلام کریں اور اُس سے مصافحہ کریں اور اُس کی دُعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے، جب صبح ہو جاتی ہے تو حضرت جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں: اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے احمد کی اُمت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اِن پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ چار شخص کون سے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **1۔** ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔ **2۔** دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ **3۔** تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔ **4۔** چوتھا وہ شخص جو (دِل میں) کینہ رکھنے والا ہو، اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو''۔

حدیث مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے بہت ہی زیادہ فکر کا مقام ہے کہ پورے رمضان المبارک کا نچوڑ ''شب قدر'' ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، برکتیں اور مغفرتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں، اگر اس موقع پر بھی کوئی بدنصیب ایسا ہو جس کی مغفرت نہ ہو سکے تو شاید اس سے بڑا محروم اور بدنصیب کوئی اور نہ ہو۔

ہم تھوڑا سا غور کر لیں کہ کہیں ہم میں سے کوئی ان چار مہلک گناہوں میں تو مبتلا نہیں؟؟ اگر ہیں تو خدارا رمضان المبارک کی کچھ ساعتیں باقی ہیں، اپنے آپ کو ان برائیوں سے دور کر لیں، اللہ کے حضور توبہ کر لیں تاکہ ہم اس مبارک مہینے میں محروم رہ جانے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچ سکیں، **ورنہ یاد رکھیں کہ** احادیث مبارکہ کی روشنی میں عید الفطر کے مجمع میں جب کہ لاکھوں لوگوں کی بخشش ہوتی ہے، اس وقت بھی اِن بدنصیبوں کی مغفرت نہیں ہو پاتی۔ حتیٰ کہ یہی وہ بدنصیب ہوتے ہیں جن کے بارے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی ہلاکت کی بددعا اور اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کی مہر لگ جاتی ہے، اور یہ اَزلی بدبختوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں اُن چاروں گناہوں پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے، تاکہ ہم اپنے آپ کو اور اپنے گرد و نواح میں موجود ان گناہوں میں مبتلا لوگوں کو بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکیں۔

............((شراب پینے والا))............

ایک مسلمان کے لیے جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت کا عقیدہ رکھنا، ان کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا فرض اور ضروری ہے، اسی طرح شراب، جوا، سود، زنا اور چوری کی حرمت کا عقیدہ رکھنا، اس کی حرمت کا علم حاصل کرنا اور اس سے بچنا بھی فرض اور ضروری ہے۔

زمانہ جاہلیت میں شراب لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، معاشرے کا ایک بڑا طبقہ بُری طرح اس کا عادی تھا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ شراب کے عادی لوگوں کے لیے اس سے جان چھڑانا اور اس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، اس کی لت کو ختم کرنا آسان نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے نتیجے میں بے شمار مفاسد و جرائم بھی عام تھے، چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہاء کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعۃً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا، اس لیے جب اسلام آیا تو نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اس کی نفرت بٹھائی گئی اور آہستہ آہستہ حکمِ تحریم سے مانوس کیا گیا، اور بالآخر اس کے بالکلیہ حرام ہونے کا قطعی فیصلہ سنا دیا گیا، شراب کے نفع ونقصان، حلال وحرام ہونے کے اوقات، پھر قطعی طور پر ممانعت کا حکم اور حرمت وممانعت کی حکمت کا ذکر قرآن کریم میں تین مقامات پر آیا ہے:

[1] ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَآ إِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (البقرہ:۲۱۹)﴾

ترجمہ: ’’(اے پیغمبر) لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں‘‘۔

اس آیت میں شراب کی بابت سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ اگرچہ شراب اور قمار میں کچھ فائدہ ہے، لیکن ان کا گناہ اور نقصان ان کے فائدہ سے شدید تر ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے اور یہی عقل ہی انسان کو تمام برائیوں اور افعالِ شنیعہ سے بچاتی ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد بہت سی محتاط طبیعتوں نے مستقل طور پر شراب نوشی ترک کردی، پھر کسی موقع پر نماز مغرب ہورہی تھی، امام صاحب نے نشہ کی حالت میں سورۃ الکافرون میں ﴿لاَأَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کی جگہ ﴿أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ پڑھا، جس سے معنی میں بہت زیادہ تبدیلی آگئی، یعنی: شرک سے اظہارِ برأت کی جگہ شرک کا اظہار لازم آیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

[2] ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَتَقْرَبُوْا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. (النساء:۴۳)﴾

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو‘‘۔

چونکہ اس آیت سے بھی شراب کی ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے، جس کی بنا پر بہت سے حضراتِ صحابہ کرامؓ نے بالکلیہ شراب نوشی ترک کردی اور بہت سوں نے نمازِ عصر اور نمازِ مغرب کے بعد شراب پینا اس لیے چھوڑ دیا کہ ان نمازوں کے اوقات قریب قریب ہیں۔

بہرحال قرآن کریم کے اشارات اور قرائن سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب شراب کی حرمت کا قطعی حکم نازل ہونے والا ہے، اس لیے حضرت عمرؓ نے ان ہر دو آیات کے نزول کے بعد یہ دعا کی: ’’اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَاناً شَافِياً‘‘ اے اللہ! شراب کے بارہ میں فیصلہ کن حکم فرمادیجئے۔ چنانچہ تیسرے مرحلہ پر سورۃ المائدہ کی یہ آیات نازل ہوئیں:

[3] ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ، وَأَطِيْعُوْا اللهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا، فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْآ أَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلاَغُ الْمُبِيْنُ. (المائدہ:۹۰-۹۲)﴾

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لیے) نصب کیے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے (کلیتًا) پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پاجاؤ، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے، تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے اور خدا کی فرمانبرداری اور رسولِ (خدا) کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے

مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ سورۃ المائدۃ کی ان آیات میں شراب کی حرمت پر سات دلائل دیئے گئے ہیں:

[1] قرآن کریم نے شراب کو ’’رِجس‘‘ کہا ہے اور ’’رِجس‘‘ کا معنی نجاست اور گندگی آتا ہے، اور ہر آدمی جانتا ہے کہ ہر نجاست وگندگی شریعت

مطہرہ اور عقل سلیم کے نزدیک حرام ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ نے شراب کو "عَمَلُ الشَّيْطَانِ" فرمایا ہے اور شیطان کا ہر عمل حرام ہے۔

[3] قرآن کریم کا حکم ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ جس چیز سے بچنے کا حکم فرمائیں تو وہ حرام ہوتی ہے۔

[4] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ جس چیز کے اجتناب سے فلاح اور کامیابی متعلق ہو، اس کا کرنا حرام ہے۔

[5] قرآن کریم کہتا ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالبَغْضَآءَ فِيْ الْخَمْرِ والْمَيْسِرِ﴾ اور جو چیز مسلمانوں میں بغض اور عداوت کا سبب بنے تو وہ حرام ہوتی ہے۔

[6] قرآن کریم کا بیان ہے: ﴿وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ اور جس چیز کے ذریعے شیطان مسلمانوں کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، وہ چیز حرام ہوتی ہے۔

[7] اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ یہ ﴿اِنْتَهُوْا﴾ امر کے معنی میں ہے، یعنی: رُک جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس چیز سے رکنے کا فرمادیں تو پھر اس چیز کا کرنا حرام ہوتا ہے۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ مذکورہ بالا آیات کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"دیکھیے! اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت کس مؤثر انداز سے بیان فرمائی ہے، کسی حرام اور ممنوع چیز کی حرمت کا اعلان اس انداز سے نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ ممانعت کی علت وحکمت بھی دینی ودنیوی دونوں پہلو سے بیان فرمادی، کسی تشریح وتفسیر کے بغیر صرف ترجمہ سمجھ کر اس آیت کو بار بار پڑھیے اور سوچیے کہ کتنا بلیغ پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے"۔ (بصائر وعبر، ۲/۶۹)

حضرت بنوریؒ مزید لکھتے ہیں:

"غور فرمایا جائے کہ حرمت کے اعلان کے لیے کتنا مؤثر وبلیغ طرز اختیار فرمایا گیا ہے، ان حقائق کے بعد کتنا احمقانہ خیال ہے اور کتنا جاہلانہ تصور ہے کہ یہ کہا جائے کہ قرآن کریم نے نہ تو صریح حرام کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہ ہی ان محرمات کا جہاں ذکر ہے، وہاں بیان کیا ہے۔ اثم، رجس، اجتناب انتہاء، عمل شیطان، سببِ بغض وعداوت، نماز وذکرُ اللہ سے غفلت کا باعث، وغیرہ، وغیرہ تعبیرات سے کیا ایک لفظ حرام زیادہ مؤثر ہوسکتا ہے؟ کیا کسی چیز کی ممانعت کی ایک ہی تعبیر ہوسکتی ہے؟ کل کو "زنا" کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ حرام کا لفظ کہاں ہے؟ وہاں تو صرف "لَاتَقْرَبُوْا الزِّنَا" کا حکم ہے، وغیرہ وغیرہ۔ کیا اس قسم کے خرافات علمی دلائل کے سامنے کچھ وقعت رکھتے ہیں؟ بعض خرد باختہ اونچے منصب والوں سے میں نے خود سنا ہے کہ جس چیز میں حکومت کا انٹرسٹ ہو یا خارجی سیاست کا تقاضا ہو، اس پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون"۔ (بصائر وعبر: ۲/۶۹)

<u>لیلۃ القدر میں محروم ہوجانے والے لوگوں میں سب سے پہلا</u> وہ شخص بتایا گیا ہے جو شراب پینے والا ہو۔ احادیث مبارکہ میں شراب پینے کو گناہ کبیرہ بتایا گیا ہے، اس کے پینے وپلانے والے پر لعنت وارد کی گئی ہے، یہ صرف ایک گناہ کبیرہ ہی نہیں؛ بلکہ یہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے، اس کو "ام الخبائث" بھی کہا گیا ہے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ: میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے، اور شراب کو دوسرا نام دیں گے، اور ان کے سامنے ناچنے اور گانے والی عورتیں ہوں گی، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسا دیں گے، یا ان کو بندر اور خنزیر بنا دیں گے۔ لہذا شراب یا دیگر نشہ پیدا کرنے والی سب چیزیں، مثلاً: وہسکی، ہیروئن، بھنگ، وغیرہ سب حرام ہیں۔ آج موجودہ دور میں اس حدیث کے مناظر پوری طرح ہمارے سامنے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

بے شمار احادیث مبارکہ میں شراب کی مذمت اور برائی میں جو کچھ وارد ہوا ہے اُس کا خلاصہ ذیل میں قلم بند کیا جاتا ہے: [☆] شرابی جنت میں داخلے سے محروم ہے، [☆] شرابیوں کو دوزخیوں کے زخموں کی گندگی پلائی جائے گی، [☆] شرابی کی نماز قبول نہیں، [☆] شراب نوشی ترک نہ کرنے والوں

کے خلاف جہاد کا حکم ہے، [☆] شراب بیماریوں کے بڑھانے کا سبب ہے، [☆] شراب پینا، [☆] پلانا، [☆] بیچنا، [☆] خریدنا، [☆] بنانا، بنوانا، [☆] لانا، [☆] اور منگوانا یہ سب کام موجبِ لعنت اور حرام ہیں۔

اسی طرح ایک مسلمان کے حق میں جب شراب حرام ہے تو اُسے بیچ کر اُس کی قیمت، نفع، ٹیکس یا زرِ مبادلہ حاصل کرنا بھی حرام ہے، اور یہ کہ شراب بیچنے والا اور خنزیر بیچنے والا دونوں حکم میں برابر ہیں، کیونکہ دونوں چیزیں مسلمان کے حق میں حرام اور نجس العین ہیں۔

((والدین کی نافرمانی کرنے والا))

<u>لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے محروم رہنے والا دوسرا وہ شخص</u> ہے جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، والدین کی نافرمانی بہت سخت گناہ ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے، کئی احادیث مبارکہ میں والدین کی نافرمانی پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان، اور شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔(نسائی)۔قرآن پاک میں تو والدین کے سامنے اُف تک کہنے سے منع کیا گیا ہے، آج کل والدین کی نافرمانی، اُن کے آگے بولنا، اُن کے حقوق ادا نہ کرنا عام ہوگیا ہے، اس سے اجتناب از حد ضروری ہے، وگرنہ دنیا وآخرت کا وبال اس کا مقدر بنے گا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''ثَلٰثَةٌ قَد حرّمَ اللّٰهُ عَلَيهِمُ الجَنَّةَ، مُدْمِنُ الْخَمرِ والْعَاقُّ والدَّيُّوثُ اَلَّذِيْ يُقِرُّ فِيْ أَهْلِهِ الْخُبُثَ. [مسند أحمد، الرقم: ٥٣٧٢] ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں پر جنت حرام کردی ہے، شراب خور، والدین کا نافرمان اور وہ دیوث، جو اپنے گھر میں گندگی کو برداشت کرتا ہے''۔

والدین کی نافرمانی سے بچتے ہوئے ان کا احترام کیا جائے، ان کی خدمت کی جائے، ان کو عزت دی جائے، ان کو عزت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ:
[☆] والدین کی موجودگی میں اپنے فون کو دور رکھیے۔ [☆] اُن کی باتوں کو توجہ سے سنیے۔ [☆] اُن کی رائے کو مقدم رکھیے۔ [☆] اُن کی گفتگو میں شامل رہیے۔ [☆] اُن کو عزّت سے دیکھیے۔ [☆] اُن کو ہمیشہ تعظیم دیجیے۔ [☆] اُن کے ساتھ اچھی خبر شیئر کیجیے۔ [☆] اُن کو بُری خبر بتانے سے پرہیز کیجیے۔ [☆] اُن کے دوستوں کے بارے میں اچھی باتیں کیجیے، اور اُن سے محبت رکھیے۔ [☆] اُن کی اچھی صفات اور عادات کو اکثر یاد کرتے رہیں۔ [☆] اُن کی دوبارہ کی جانے والی باتوں کو اس طرح سنیے کہ گویا پہلی بار سُن رہے ہوں۔ [☆] ماضی کی تلخ یادوں کو اُن کے ساتھ کبھی شیئر نہ کیجیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں اُنہیں نظر انداز کر کے کسی دوسرے سے گفتگو سے پرہیز کیجیے۔ [☆] اُن کے سامنے ادب سے بیٹھنے کی کوشش کیجیے۔ [☆] اُن کی رائے اور سوچ کے متعلق معمولی سا اختلاف بھی نہ کیجیے۔ [☆] جب وہ گفتگو کریں تو اُن کی بات کو مت کاٹیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں اپنے بچّوں کو ڈانٹنے، جھڑکنے اور مارنے سے گریز کیجیے۔ [☆] اُن کے حکم اور مشورے کو قبول کیجیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں صرف ان سے ہی راہنمائی لیجیے۔ [☆] اُن کے سامنے اپنی آواز کو ہرگز اونچا نہ ہونے دیجیے۔ [☆] اُن کے ساتھ چلتے ہوئے اُن سے آگے بڑھنے یا ان کے سامنے چلنے سے پرہیز کیجیے۔ [☆] کھانے کے وقت اُن سے پہلے کھانا شروع مت کیجیے۔ [☆] جب وہ خود کو کسی قابل نہ سمجھیں تو اُن کو یہ باور کروائیں کہ وہ آپ کے لیے قیمتی اور قابلِ احترام ہی ہیں۔ [☆] اُن کے سامنے بیٹھتے ہوئے اپنے پیر اُن کے سامنے مت پھیلایئے، اور نہ ہی اُن کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھیں۔ [☆] اُن کے ساتھ بداَخلاقی سے بات مت کیجیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں خود کو ہرگز اکتاہٹ میں پڑا ہوا اور تھکا ہوا ظاہر نہ کیجیے۔ [☆] اُن کی غلطیوں اور بھول جانے پر کبھی بھی اپنے چہرے پر مسکراہٹ نہ آنے دیجیے۔ [☆] اُن سے بات کرتے وقت بہترین الفاظ کا چناؤ کیجیے۔ [☆] اُن کا نام لے کر اُنہیں مخاطب نہ کریں بلکہ اُن القابات سے اُن کو پکاریں جو وہ پسند کرتے ہوں۔ [☆] اُن کو ہر مقام میں مقدّم رکھیے اور ہر کسی پر انہی کو ترجیح دیجیے۔

آیئے! آج سے ہم اپنے قابلِ احترام ومحبت والدین کی ہر ممکن خوشی کے لیے ہر جائز قدم اُٹھائیں گے، اُن کی بھرپور خدمت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اُن کے لیے مسلسل دعائیں کرتے رہیں گے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............شبِ قدر میں بخشش سے محروم لوگ [دوم]............☆☆☆

لیلۃ القدر جیسی بابرکت رات میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں چار قسم کے افراد کی مغفرت نہیں ہوتی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں میں سے کچھ کے بھی مستحق نہیں ہوتے، اُن چار افراد میں

1۔ایک وہ شخص؛ جو شراب کا عادی ہو۔ **2۔دوسرا وہ شخص**؛ جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔

3۔تیسرا وہ شخص؛ جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔ **4۔چوتھا وہ شخص**؛ جو (دِل میں) کینہ رکھنے والا ہو۔

ان چاروں میں سے پہلے دو کا مفصل تذکرہ گذشتہ دن کیا جاچکا، آج کی مجلس میں بقیہ دو کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

☆☆............((قطع رحمی کرنے والا))............☆☆

لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے والا تیسرا شخص وہ ہے جو اپنے رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے والا ہے، اپنے اعزہ واقرباء اور اپنے متعلقین کے حقوق ضرور یہ ادا نہ کرنا "قطع رحمی" کہلاتا ہے، مثلاً: ان کے سلام کا جواب نہ دینا، بیماری کے وقت عیادت نہ کرنا، چھینک کا جواب نہ دینا، فوت ہوجانے پر بلا عذر اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا وغیرہ، یہ سب درجہ بدرجہ قطع رحمی میں شامل ہیں۔

اسلام وہ دینِ فطرت ہے جو انسانوں کو آپس میں مل جل کر رہنا سکھاتا ہے، ہمیں تو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے آپس میں محبتیں اور الفتیں بانٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب ہم آپس میں پیار ومحبت سے رہیں گے تو پھر سب میں خوشیاں تقسیم ہوں گی، اور اگر ہمارے دلوں میں نفرتیں ہوئیں تو پھر آپس میں دوریاں پیدا ہوں گی، شکوے شکایتیں ہوں گی اور رشتے داریاں ختم ہوتی چلی جائیں گی۔

صلہ رحمی کا مطلب ہے: رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا۔ یعنی: اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اپنی ہمت کے بقدر ان کا مالی تعاون کرنا، ان کی خدمت کرنا، ان کی ملاقات کے لیے جاتے رہنا، وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ ان کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنا اور ان کی ہم دردی وخیر خواہی کے جذبات سے سرشار رہنا۔

[☆]عن أبي هريرةؓ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَابًا يَسِيرًا وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ"، قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ". قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ، فَمَا لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "أَنْ تُحَاسَبَ حِسَابًا يَسِيرًا وَيُدْخِلَكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ". (المستدرك على الصحيحين للحاكم، الرقم: ٢١٩٣)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین صفات ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کن (صفات والوں) کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کر، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر، اور جو تجھ سے (رشتہ داری اور تعلق) توڑے تو اس سے جوڑ۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میں یہ کام کرلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ سے حساب آسان لیا جائے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے گا۔

[☆] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ

فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ". [صحيح البخاري، الرقم: ٥٩٨٥] **ترجمہ:** جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔

اس کے برخلاف رشتہ ناطہ کو توڑ دینا اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ نہ کرنا اللہ کے نزدیک حد درجہ مبغوض ہے، اسے قطع رحمی کہا جاتا ہے۔

[☆] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ''. [صحيح مسلم، الرقم: ٦٥١٩] کہ "میدانِ محشر میں رحم (جو رشتہ داری کی بنیاد ہے) عرشِ خداوندی پکڑ کر یہ کہے گا کہ جس نے مجھے (دُنیا میں) جوڑے رکھا آج اللہ تعالیٰ بھی اُسے جوڑے گا (یعنی اُس کے ساتھ انعام وکرم کا معاملہ ہوگا) اور جس نے مجھے (دُنیا میں) کاٹا آج اللہ تعالیٰ بھی اُسے کاٹ کر رکھ دے گا (یعنی اُس کو عذاب ہوگا)"۔

ہمارے معاشرے میں قطع رحمی بڑھتی جارہی ہے، اچھے دین دار لوگ بھی رشتہ داروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے۔ جب کہ رشتہ داروں کے شریعت میں بہت سے حقوق بتائے گئے ہیں۔

[☆] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ، قَالَتِ الرَّحِمُ: هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ؛ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟، قَالَتْ: بَلَى يَا رَبِّ! قَالَ: فَهُوَ لَكِ''. [صحيح البخاري، الرقم: ٥٩٨٧]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا، (یعنی: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان صورتوں کے ساتھ اپنے علم ازلی میں مقدر کردیا جن پر وہ پیدا ہوں گی،) جب اس سے فارغ ہوا تو رحم، یعنی: رشتہ ناتا کھڑا ہوا، (پروردگار نے فرمایا: کہہ کیا چاہتا ہے؟) رحم نے عرض کیا: یہ قطع رحمی کے خوف سے تیری پناہ کے طلب گار کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے (یعنی کہ میں تیرے روبرو کھڑا ہوں اور تیرے دامنِ عزت وعظمت کی طرف دستِ سوال دراز کیے ہوئے ہوں، تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے اور میرے دامن کو جوڑنے کے بجائے اس کو تار تار کردے) پروردگار نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو شخص (رشتہ داری اور عزیزوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے ذریعہ) تجھ کو قائم وبرقرار رکھے اور اس کو میں بھی اپنے احسان وانعام اور اجر وبخشش کے ذریعہ قائم وبرقرار رکھوں اور جو شخص رشتہ داری اور حقوق کی پامالی کے ذریعہ تجھ کو منقطع کردے، میں بھی (اپنے احسان وانعام) کا تعلق اس سے منقطع کرلوں؟ رحم نے عرض کیا کہ: پروردگار! بے شک میں اس پر راضی ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ یہ تیرے لیے ہے''۔

[☆] حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قَالَ اللّٰهُ: أَنَا الرَّحْمٰنُ، وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا إِسْمًا مِنَ إِسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ''. [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٦٩٤] **ترجمہ:** ''کہ اللہ بزرگ وبرتر ارشاد فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میں رحمان ہوں (یعنی صفتِ رحمت کے ساتھ متصف ہوں) میں نے رحم یعنی رشتے ناتے کو پیدا کیا ہے اور اس کے نام کو اپنے نام یعنی رحمٰن کے لفظ سے نکالا ہے، لہٰذا جو شخص رحم کو جوڑے گا یعنی رشتہ ناتا کے حقوق ادا کرے گا تو میں بھی اس کو (اپنی رحمتِ خاص کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو شخص رحم کو توڑے گا یعنی رشتے ناتے کے حقوق ادا نہیں کرے گا میں بھی اس کو (اپنی رحمت خاص سے) جدا کردوں گا''۔

[☆] حضرت جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ''. [سنن الترمذي،

الرقم: ١٩٠٩] ترجمہ: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔

[☆] حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰی أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ الْعُقُوبَةَ لِصَاحِبِهِ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ، مِنَ الْبَغْيِ، وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ''. [مسند أحمد، الرقم: ٢٠٣٩٨] ترجمہ: ''کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی اس کی سزا دے اور (مرتکب کو) آخرت میں بھی دینے کے لیے (اس سزا) کو اٹھا رکھے، ہاں! دو گناہ اس بات کے لائق ہیں: ایک؛ زنا کرنا اور دوسرا؛ ناتا توڑنا''۔

☆☆ ((کینہ، یعنی: بغض رکھنے والا)) ☆☆

<u>لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے والا چوتھا شخص</u> وہ ہے جو دلوں میں کینہ رکھنے والا ہو۔ کسی شخص پر غصہ پیدا ہوا اور یہ شخص کسی وجہ سے اس پر غصہ نہ نکال سکے تو اس کی وجہ سے دل میں جو گرانی پیدا ہوتی ہے، اس کو ''کینہ'' کہتے ہیں، اسی کا دوسرا نام ''بغض'' بھی ہے، کینہ اور بغض دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں، دشمنی، عداوت، حسد، جلن کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

کینہ و بغض محض ایک گناہ یا عیب نہیں؛ بلکہ یہ اور بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غصہ سے کینہ اور کینہ سے آٹھ گناہ پیدا ہوتے ہیں،

(1) حسد، **(2)** شماتت، **(3)** سلام کا جواب نہ دینا، **(4)** حقارت کی نگاہ سے دیکھنا،

(5) غیبت، جھوٹ اور فحش گوئی کے ساتھ زبان دراز کرنا، **(6)** اس کے ساتھ مسخرا پن کرنا،

(7) موقع پاتے ہی اس کو ستانا، **(8)** اس کے حقوق ادا نہ کرنا۔ [کیمیائے سعادت]

اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا''. [صحيح مسلم، الرقم: ٦٥٤٤] ترجمہ: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا، مگر وہ شخص جو کینہ رکھتا ہے اپنے بھائی سے، اس کی مغفرت نہیں ہوتی اور حکم ہوتا ہے ان دونوں کو دیکھتے رہو جب تک مل جائیں، ان دونوں کو دیکھتے رہو جب تک مل جائیں۔ (جب مل جائیں ان کی مغفرت ہو)۔

کینہ اور بغض دونوں مترادف ہیں، دشمنی، عداوت، اور جلن کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، کسی سے کینہ اور بغض رکھنا تو شرعاً ممنوع ہے، ہاں اگر کوئی کسی دوسرے سے دینی یا دنیاوی مصلحت کے تحت بات چیت نہ کرے، اس شرط کے ساتھ کہ اس شخص کے دل میں دوسرے کے خلاف کوئی دشمنی، حسد، یا جلن نہ ہو اور نہ اس کا برا چاہتا ہو، نہ اس سے قطع تعلق کرنا مقصود ہو، بلکہ اصلاح و تنبیہ کی غرض سے ہو، یا اس کے شر سے بچنا مقصود ہو، تو شرعاً اس میں حرج نہیں۔ اور اعلیٰ بات یہ ہے کہ اگر کوئی برائی سے پیش آئے تو ہم اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کریں، اگر کوئی ظلم کرے تو ہم معاف کر دیں، اگر کوئی قطع رحمی کرے تو ہم اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں،

حدیث میں ہے: ''صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَأَحْسِنْ إِلٰى مَنْ أَسَآءَ إِلَيْكَ''.

اور ایک روایت میں ہے: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا''.

یعنی وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر سرابر کا معاملہ کرنے والا ہو بلکہ صلہ رحمی کرنے والا دراصل وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔
جب کوئی شخص ہم پر تنقید کرتا ہے تو ممکن ہے کہ بظاہر تو چہرے پر مسکراہٹ لے آنے کے ساتھ ہم اُس تنقید کو برداشت کر لیں لیکن اس کے باوجود دل میں ایک گرہ باندھ لیں اور جب موقع ملے اُس تنقید کا بدلہ چکا دیں، **یہ کینہ ہے۔**
لیکن جب ہم اُس مقام پر آ جاتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں کتنا ہی برا بھلا کیوں نہ کہے ہماری جڑیں کتنی ہی کاٹ دے، ہم پر کتنے ہی الزامات لگائے، ہمیں کتنا ہی نقصان پہچائے، ہم اسے برا نہیں سمجھتے بلکہ اس کے لیے بہتر کلمات کہتے اور اللہ کے حضور اس کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔ یہ رویہ اس بات کا غماز ہے کہ اس شخص کے خلاف ہمارے دل سے کینہ ختم ہوگیا، کیوں کہ اس کے برے سلوک کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں آ رہا کہ اس کی بدسلوکی یادرہ جائے۔ جب برا سلوک یاد ہی نہیں ہوگا تو ہم بدلہ لینے کا بھی نہیں سوچیں گے۔
اس بیماری سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے ہی کسی پر غصہ آئے فوراً اس کو معاف کر دیا جائے، ہرگز اس کے خلاف کسی بات کو دل میں نہ رہنے دیا جائے، اور اس سے میل جول اور سلام وکلام شروع کر دیا جائے۔ ان شاءاللہ اس بیماری سے بچ جائیں گے۔
ہم تھوڑا سا غور کر لیں کہ کہیں ہم میں سے کوئی ان چار مہلک گناہوں میں تو مبتلا نہیں؟؟ اگر ہیں تو خدارا رمضان المبارک کی کچھ ساعتیں باقی ہیں، اپنے آپ کو ان برائیوں سے دور کر لیں، اللہ کے حضور توبہ کر لیں تا کہ ہم اس مبارک مہینے میں محروم رہ جانے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچ سکیں، **ورنہ یاد رکھیں کہ** احادیث مبارکہ کی روشنی میں عیدالفطر کے مجمع میں جب کہ لاکھوں لوگوں کی بخشش ہوتی ہے، اس وقت بھی اِن بدنصیبوں کی مغفرت نہیں ہو پاتی۔ حتیٰ کہ یہی وہ بدنصیب ہوتے ہیں جن کے بارے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی ہلاکت کی بددعا اور اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کی مہر لگ جاتی ہے، اور یہ اَزلی بدبختوں میں شامل ہوجاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کی ان برائیوں سے مکمل حفاظت فرمائے، تا کہ ہم رمضان المبارک میں اللہ کی رحمتوں سے حصہ لینے والے بن سکیں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆